یورپی قوانین پر اسلامی قوانین کے اثرات

جناب مولانا مسعود احمد لیکچرر علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور

ہمارے مدارس کے بچوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ امریکہ کولمبس نے اور افریقہ لونگ سٹون نے دریافت بلکہ ایجاد کیا تھا زمین و آسمان تبھی پیدا ہوئے جب کسی یورپین نے اشارہ کیا تھا۔ آسمانی طاقتیں ہمالہ کی ایک چوٹی کو کروڑوں سال سے بنا رہی تھیں لیکن اس کی تکمیل اسی وقت ہوئی جب مسٹر ایورسٹ کی نظر اس پر پڑی۔ ان بچوں کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ کولمبس نے بحرپیمائی کی تعلیم اسلامی درسگاہوں میں حاصل کی تھی۔ اس کے پاس رہنمائی کے لیے کمپاس تھا جو عربوں نے ایجاد کیا تھا اور افریقہ جانے والوں کے پاس وہ نقشے تھے جو عرب بحیرہ قلزم، بحر ہند اور بحر الکاہل کے سفر میں صدیوں سے استعمال کر رہے تھے[1]

یہ اقتباس ایک جدید تعلیم یافتہ شخص کا ہے جو غیرت ملی سے حصہ وافر اپنے پاس رکھتا ہے اور جس کے نزدیک مرعوبیت یا احساس کمتری نام کی کوئی چیز نہیں، اسے اپنی تاریخ اور اپنے ماضی پر ناز ہے وہ فخر سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتا بلکہ آئندہ نسل کو انہی راہوں پر چلتا دیکھنے کی خواہش بھی رکھتا ہے اسی دانشور کا ایک ہم مجلس و ہم محفل اپنے ایک

---

[1] اشفاق علی خان، یورپ پر اسلام کے احسانات صفحہ ۲۱ مطبوعہ لاہور۔

مقالہ میں "تشکیل انسانیت" کے مصنف "رابرٹ بریفالٹ" کے حوالہ سے لکھتا ہے۔:

مورخین یورپ نے عربوں کی ہر ایجاد اور ہر انکشاف کا سہرا اس یورپی کے سر باندھ دیا ہے جس نے پہلے پہل اس کا ذکر کیا تھا مثلاً قطب نما کی ایجاد ایک فرضی شخص فلویو توجہ کی طرف منسوب کر دی دستے ناف کے آرنلڈ کو الکحل اور بیکن کو بارود کا موجد بنا دیا۔ یہ بیانات وہ خوف ناک جھوٹ ہیں جو یورپی تہذیب کے ماخذ کے متعلق بولے گئے اور۔

یورپی مورخ مسلمان کو کافر سمجھتا ہے اور اس کا احسان ماننے کو تیار نہیں۔ یورپ کے احیائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جارہی ہیں لیکن ان میں عربوں کا ذکر موجود نہیں اس کی مثال یوں ہے کہ شہزادہ ڈنمارک کی تاریخ میں ہیملٹ کا ذکر نہ آئے' ڈاکٹر اوزبرن نے تو کمال کر دیا کہ "قرون وسطی میں ذہنی ارتقا" پر دو جلدیں لکھیں اور اسلامی تہذیب کی طرف اشارہ تک نہ کیا[۱]

اس سے آگے بڑھیں۔

پروفیسر غلام جیلانی برق مرحوم خود لکھتے ہیں۔

بعض اوقات عربوں کی تصانیف پر اپنا نام بطور مصنف جڑ دیا انسائیکلو پیڈیا برطانیکا میں لفظ "جبیر" (جابر) کے تحت ایک مترجم کا نام دیا ہوا ہے جس نے اسلام کے مشہور ماہر کیمیا جابر بن حیان کے ایک لاطینی ترجمہ کو اپنی تصنیف بنالیا تھا ——— اور یہی حرکت سکرنو کالج کے پرنسپل قسطنطین افریقی (۱۰۶۰) نے بھی کی کہ ابن الجزار (۱۰۰۹) کی زاد المسافر

---

[۱] بحوالہ یورپ پر اسلام کے احسانات 'صفحہ ۲۹-۲۸

کا لاطینی ترجمہ کیا اور اس پر بطور مصنف اپنا نام لکھ دیا۔[1]

دیانت سے عاری لوگ خود کس حال میں تھے، دور کی بات نہیں اٹھارویں صدی کی سنیں، اور وہ بھی کسی مسلمان یا عرب کے قلم سے نہیں "تشکیل انسانیت" کے مصنف کے حوالہ سے۔

برطانیہ کی حالت بالکل وہی تھی جو باقی یورپ کی۔ غلاموں کی تجارت زوروں پر تھی، غلاموں سے بھرے ہوئے جہاز برطانیہ میں آتے اور وہاں سے یورپ میں آتے تھے، یہ غلام عموماً پانچ شلنگ فی کس کے حساب سے فروخت کیے جاتے تھے۔ جو اہل قلم ایسی کتابیں لکھتے جو ارباب کلیسا کو ناپسند ہوتی تھیں تو انہیں چیئرنگ کراس اور ٹمپل بار پر کاٹھ مار کر سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ بیگار میں پکڑنے والے ہر جگہ گھومتے ہوتے تھے اور لوگوں کو گلیوں، گھروں اور غم و شادی کی مجالس تک سے پکڑ لے جاتے تھے۔ برطانیہ کے مشہور وزیر اعظم ولیم پٹ (۱۷۵۹-۱۸۰۶) نے برطانوی ملاحوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ ہالینڈ کے جہازوں کو جہاں پائیں لوٹ لیں۔[2]

اور فرانس کا حال یہ تھا کہ۔

وہاں ۱۷۱۵ء کے بعد پرلے درجے کی ابتری پھیل گئی ایک طرف قحط اور دوسری طرف بھاری ٹیکس۔ سارا ملک دکھ میں مبتلا ہو گیا۔ عوام کو غلاموں سے بھی ذلیل تر سمجھا جاتا تھا۔ ٹیکس لینے والا بستی پر آ جاتا تو ساری آبادی بھاگ کھڑی ہوتی اور سرکاری

---

[1] یورپ پر اسلام کے احسانات صفحہ ۲۸۔

[2] تشکیل انسانیت صفحہ ۳۵۴ بحوالہ یورپ پر اسلام کے احسانات صفحہ ۸۵۔

ملازم ان کا سارا سامان اٹھا کر چلتے بنتے۔ بھوکوں کے مسلح انبوہ نانبائیوں پر ہلہ بولتے اور ان کی روٹیاں اٹھا کر بھاگ جاتے[1]

مسلمان ۲۷۶ھ میں روم تک جا پہنچے تو اس وقت پوپ جان ہشتم (۸۷۲، ۸۸۲) مسند پاپائیت پر فائز تھا۔ اس نے ہتھیار ڈال دیے، جزیہ دینا منظور کر لیا اور اس طرح مسلمانوں کی بالادستی تسلیم کر لی[2]

یہی حال قیصر کا تھا جو ۲۷۶ء سے مسلمانوں کا باجگذار تھا اسی کو امیر المومنین ہارون الرشید مرحوم نے وہ تہدید آمیز خط لکھا جس سے اس کے چھکے چھوٹ گئے[3]

اور تاریخ نے "مائیکل ہفتم" کو محفوظ رکھا جو ۱۰۶۷ تا ۱۰۷۸ حکمران رہا اور سلجوقی بادشاہوں کو خراج دیتا رہا[4]

اس یورپ کو مسلمانوں نے پڑھایا کیونکہ مسلمان علم دوست اور علم پرور تھے۔ علم کے معاملہ میں ان کے سینے کشادہ اور دل وسیع تھے اس ذوق کے سبب۔

مسلمانوں کی علمی مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ میں جا بجا علمی مجالس قائم ہو گئیں ان میں سے ایک لنڈن رائل سوسائٹی تھی[5]

اس سوسائٹی کی بنیاد ۱۶۶۲ء میں پڑی پادریوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ اگر شاہ چارلس ثانی (۱۶۶۰-۱۶۸۵) مدد نہ کرتا تو یہ اسی وقت

---

[1] تشکیل انسانیت صفحہ ۵۴۴ بحوالہ یورپ پر اسلام کے احسان صفحہ ۸۵۔

[2] تمدن عرب صفحہ ۲۷۵۔

[3] معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۱۴۴ ترجمہ مولانا محمد علی خاں۔

[4] ایج آف فیتھ صفحہ ۳۰۸۔

[5] معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۲۱۶۔

ختم ہوجاتی

جرمن مورخ سیم کی تاریخ کلیسا کا عربی ترجمہ ہنری جیکب امریکانی نے کرکے بیروت سے شائع کرایا۔ اس میں دسویں صدی کا حال لکھا ہے:

"ہربرٹ فرانسیسی جو رومن پادریوں میں پوپ سلوسٹر دوم کے نام سے مشہور ہے وہ اپنی تعلیم میں اور خصوصاً فلسفہ، طب اور دیگر تعلیمات بشمول قانون میں اسپین کے عرب مصنفین کی تصنیفات اور مدرسوں کا ممنون تھا وہ طلب علم کے لیے اسپین گیا وہاں قرطبہ اور اشبیلیہ میں رہ کر عرب علماء کی شاگردی کی اس کو دیکھ کر یورپ کے مشتاقان علوم بالخصوص طب حساب ہندسہ اور فلسفہ کے شائقین کو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا اور یہ خواہش ہوئی کہ ان علماء عرب سے سنیں اور پڑھیں جو اسپین میں اور اٹلی کے اطراف میں رہتے تھے اور ان کی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کردیں اس بنا پر بکثرت طالب علم یورپ سے اسپین گئے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کا اعتراف کریں کہ عرب اور خصوصاً سپین ہی کے عرب ہیں جو دسویں صدی عیسوی کے یورپ میں علوم و فنون کا سرچشمہ تھے اسی صدی کے قوانین کو آج "جدید رومن تمدنی قوانین" کا نام دیا گیا ہے۔"[1]

یہ سب کچھ ہونے کے باوصف اس بات کو تسلیم نہیں کیا جاتا کہ یورپ نے اسلامی قوانین سے فلاں فلاں مقام پر اثر قبول کیا بلکہ الٹا یہ کہا جاتا ہے کہ مسلم لاء رومن لا

---

[1] خطبہ استاذ شیخ مراد الغزی استاذ معہد حقوق (لاء کالج) بعنوان تمدنی قانون ۱۹۲۱ء دمشق کالج — اردو ترجمہ مطبوعہ معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۲۳ء جلد ۱۲ صفحہ ۴۶۹۔

ے متاثر ہے، اس موضوع پر مسلم ہی نہیں غیر مسلم مفکرین جنہیں کچھ احساس ہے، نے اچھا لٹریچر فراہم کر کے حقیقت حال کی وضاحت کی ہے۔ اس وقت اس پر تفصیلی گفتگو کا نہ وقت ہے نہ یہ بات ہمارے زیر بحث موضوع کا حصہ ہے لیکن ہم اپنے قارئین کو اس سلسلہ کے ایک مقالہ کی طرف توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتے جو ڈاکٹر عبدالحکیم زیدان پروفیسر فقہ اسلامی جامعہ بغداد کی کتاب "المدخل الدراسۃ الشریعۃ الاسلامیہ" میں شامل ہے۔ اس مقالہ میں فاضل ڈاکٹر نے بڑی متانت، سنجیدگی اور ٹھوس دلائل کے ساتھ اس الزام کی بیخ کنی کی ہے اور بتایا ہے کہ جتنے بھی اہل یورپ اس سلسلہ میں دلائل دیتے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس مقالہ کا ترجمہ چند سال قبل یاد پڑتا ہے کہ اسلامی تحقیقاتی ادارہ کے ترجمان ماہنامہ "فکر و نظر" میں چھپا تھا جواب سہ ماہی ہو چکا ہے۔ وہ رسالہ اور ترجمہ اس وقت سامنے نہیں ہاں المدخل کا عربی نسخہ موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک ایک دلیل کو نقل کیا ہے اور پھر اس پر علمی تنقید کی ہے ہم چاہیں گے کہ ہمارے عزیز نوجوان اس کو ضرور پڑھیں تاکہ انہیں احساس و اندازہ ہو کہ وہ علمی اور فکری طور پر ساری دنیا کے استاذ رہے ہیں۔ اور اگر ان پر کوئی یہ الزام دھرتا ہے کہ انہوں نے اس سے خوشہ چینی کی ہے تو وہ محض جھوٹ ہے۔ اس کے برعکس حقیقت حال یہ ہے کہ

"قرون وسطیٰ کے یورپ نے اندلس سے جہاں فلسفہ و حکمت اور ریاضیات کے علوم و فنون سیکھے وہاں فقہ اسلامی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ لیکن چونکہ فقہ اسلامی منجملہ مذہبی علوم کے تھی اس لیے اہل یورپ نے اپنے عوام سے اس کو پوشیدہ رکھا مبادا کہیں عوام بھڑک اٹھیں لیکن اس سے استفادہ ضرور کیا نہ صرف علمی بلکہ عملی بھی، استاذ سعید مراد الغزی نے اپنے مولہ بالا خطبہ میں مفضل بنی رضی اسفر نگانی (ترکستان) کے وسائل کے حوالہ سے کہا کہ:

ابو العباس کرکری شیخ بو علی سینا کے شاگرد نے اپنے رسالہ میں جو مرد۔ کے مفتی احمد بن عبد اللہ سرخسی کے نام لکھا ہے اور جس میں فقہ کے مکمل ہونے کی تشریح کی ہے۔ یہ بیان کیا ہے کہ ابو ولید محمد عبد اللہ بن حزم نے نہایہ شرح ہدایہ کی تعلیمات میں لکھا کہ فرنگستان (یورپ) کے جو طالب علم حصول علم کے لیے غرناطہ کا سفر کرتے تھے، فقہ اسلامی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے پر خاص زور صرف کرتے تھے اس لیے کہ وہ اس کو اپنے ملک میں جا کر اس کو عمل میں لائیں کیونکہ ان کے ملک کے قوانین بہت خراب ہیں۔[1]

استاذ الغزی نے جب یہ خطبہ پڑھا تو اس مجلس میں دانشوران فرنگ کافی تعداد میں موجود تھے لیکن کسی کو اس حقیقت کے جھٹلانے کی ہمت نہ ہوئی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے لیے قانون کا مسئلہ محض علمی اور نظری نہیں رہا بلکہ قانون ان کے معاشرہ میں ایک زندہ اور متحرک قوت کے طور پر موجود رہا ہے اور اس نے ان کی سوسائٹی کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، وہ ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے وہ روحانیت اور مادیت کو ساتھ لے کر چلتا ہے اس کی تعلیم فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة (البقرہ) ہے اس کے نبی کا ارشاد ہے۔

"اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں، دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے اور حکومت گویا اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا کوئی نگہبان نہ ہو وہ

---

[1] معارف دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۶۹ - ۴۶۸۔

لوٹ لیا جاتا ہے [1]

اس لیے اسلام نے قانون کو خاص اہمیت دی اور یورپ چونکہ اس سعادت سے محروم تھا۔ لہٰذا اس نے اسلام کے سامنے اور مسلم مفکرین کے سامنے نہ صرف زانوئے تلمذ تہ کیا بلکہ ان کی دانش کو اپنے یہاں برت کر باقاعدہ استفادہ کیا اپنے گھر کا یہ حال ہے کہ جدید انسان کی بے بسی پر اب خود یورپ ماتم کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جدید انسان سے مراد وہ خود ہی ہے اس کی بد دیانتی اور حقائق سے انحراف نے اسے چوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے۔

"فلسفہ ایک قابل قبول پیمانہ اقدار دریافت کرنے میں ناکام رہا ہے اور اصول قانون کے بنیادی سوالات کے جواب آج بھی جدید انسان کی دسترس سے باہر ہیں بلکہ اور پیچیدہ ہو رہے ہیں [2]

کسی کا ضمیر جب ذرا بھی بیدار ہوتا ہے اور ذرا سی دیانت سے کوئی کام لیتا ہے تو اسے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ:

کسی بھی فلسفہ قانون نے امریکی اداروں کی تشکیل جدید میں اتنا حصہ نہیں لیا جتنا حصہ کہ اس معاملہ میں قانون فطرت کے نظریہ کا ہے [3]

اور ڈاکٹر فرائڈمین نے لکھا:

"ان تمام گوناگوں مساعی کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوگا کہ انصاف

---

[1] بحوالہ فطری حکومت قاری محمد طیب صاحبؒ مطبوعہ مکتبہ قاسمی دیوبند۔

[2] قانون اور فلسفہ قانون ارشاد پروفیسر پیٹن۔

[3] بوڈن ہیمر صفحہ ۱۶۴۔

نے حقیقی معیار کو معین کرنے کے لیے مذہب کی رہنمائی حاصل کرنے کے سوا دوسری ہر کوشش بے سود ہوگی ـــــ اور انصاف کے مثالی تصور کو عملی طور پر تشکل کرنے کے لیے مذہب کی عطا کردہ اساس بالکل منفرد طور پر حقیقی اور سادہ بنیاد ہے۔"

"قانون کا رشتہ زندگی کی گہری امنگوں کے ساتھ وابستہ ہے، لہٰذا انسان کی آرزوئے انقلاب کے ماتحت قانون کی جامد حیثیت کا بھی گاہ بگاہ تبدیلی کا شکار ہو جانا لابدی ہے، فلسفہ قانون کا ہر سچا تنقیدی پیمانہ اپنے لیے اخلاقی اقدار کی اساس کا خواہاں ہے[1]

اب مذہب و فطرت کا جو شور ہے اس کو سامنے رکھیں اور گذشتہ گفتگو کو سامنے رکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ یورپ کس مقام پر کھڑا ہے اور اب وہ کس طرح اپنے سابقہ استاذوں سے خوشہ چینی کر رہا ہے۔

قانون کا معاملہ سب سے زیادہ نازک اور سنگین ہے قانون اندھے کی لاٹھی کی مانند ہوتا ہے اسے جب تک فطرت و اخلاق کی لگام نہ دی جائے اس وقت تک بات نہیں بنتی، آخر کو وہ قانونی عدالت ہی تھی۔ جس نے یسوع مسیح علیہ السلام جیسے پاکباز کو "پھانسی کا مجرم" قرار دیا تھا۔ لیکن اسلام نے صورت حال ہی بدل دی۔ آج کی عیسائیت اگر یہ کہتی ہے کہ

"تو اپنے ہمسائے سے ویسی محبت کر جیسی تو اپنے نفس سے کرتا ہے۔"[2]

تو اس کی پشت پر کائنات کے آخری ہادی اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول

---

[1] فلسفہ قانون از پیٹن صفحہ ۹۸ نیز قانون خود اپنی تلاش میں مطبوعہ ۱۹۵۰ء۔

[2] عیسائیت اور نظام اجتماعی۔

محمد عربی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ:

"مسلمان اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسرے کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے[1]

سر الفریڈ ڈیننگ اپنے مقالہ "قانون اور مذہب" کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں، آپ خود دیکھ لیں کہ بحث کہاں پہنچ کر ختم ہو رہی ہے، بلاشبہ آخری نتیجہ یہ ہے کہ اگر ہم حق اور عدل سے متلاشی ہیں تو ہم انہ تو بحثوں اور مناظروں کے ذریعے نہ ہی مطالعے اور غور و فکر کے ذریعے دریافت کر سکتے ہیں بلکہ اس کا حصول ممکن ہے تو محض نیکوکاری اور دینداری کی وساطت سے۔ (اور یہی اسلام کی معراج ہے، مقالہ نگار)[2]

یہ عرب مسلمانوں کا کمال ہے کہ انھوں نے قانون کو ایک نہایت ہی جامع شکل دی۔ اگر آپ لغت کے نقطہ نظر سے ہی دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ لفظ اپنی اصل کے لحاظ سے یونانی ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بہ ضمن لفظ قانون) سریانی کے ذریعہ یہ عربی میں آیا صاحب تاج العروس کے بقول رومی یا فارسی ہے[3]۔ بنیادی طور پر یہ لفظ مسلم کے معنوں میں استعمال ہوا اس کے بعد قاعدہ کے معنوں میں استعمال ہوا اور اب یورپ کے حوالہ سے قانون کلیسا کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ "مقیاس کل شی"، یعنی ہر چیز کا اندازہ کرنے کے لیے بولا

---

[1] مشکوٰۃ

[2] بحوالہ چراغ راہ۔ اسلامی قانون نمبر جلد اول صفحہ ۸۲

[3] ۱۰۱۰ ۱۱ ۱۰۳۰ ۱ ۱۰ ۹

جانے لگا ہیں سے وہ معانی پیدا ہوئے کہ یہ لفظ ہر جامع اور ضروری قاعدہ کے لیے استعمال ہونے لگا[1]

اس حوالے سے آگے بڑھیں تو بطور مثال چند اصول و قواعد سامنے آنے لگتے ہیں جن سے اسلامی قانون کی جامعیت اور اس کے مبنی بر عدل و مساوات ہونے کا تصور خوب ابھر کر سامنے آتا ہے۔

مثلاً قرآن نے امرھم شوریٰ بینھم کا جو فرمایا اور نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لاضرر ولاضرار فی الاسلام تو اندازہ کریں کہ اس سے بڑھ کر کس شورائیت یا جمہوریت (بشرطیکہ وہ کوئی قابل اعتناء چیز ہو ورنہ مروجہ معنوں میں جمہوریت تو عجیب سی چیز ہے جس پر تفصیل کا وقت نہیں اور نہ موقعہ) ضرر و ضرار کی نفی سے مراد ہے کہ نہ نظام حکومت کو نقصان پہنچے نہ افراد اور جماعتوں کے مصالح متاثر ہوں انقلاب فرانس اور برطانوی جمہوریت کو دنیا کے غموں کا مداوا کہنے والے ثبوت تو پیش کریں کہ ایسی بات کہیں نظر آتی ہے؟ اور پھر بات ہی نہیں صدیوں کا عمل ان اصولوں کے پیچھے موجود ہے۔

دعوت و تبلیغ کے میدان میں اصول و قانون کا مسئلہ قرآن نے حل کیا اور اس طرح فرمایا کہ یہ بات حکمت و مواعظ حسنہ کے سے انداز میں ہو اور کبھی نوبت باہمی جدال پر پہنچ جائے تو اس میں بھی "احسن و بہتر" کا لحاظ رکھا جائے[2]

دھن، دھونس، دھاندلی کے ذریعے اپنے خود ساختہ قوانین و اصولوں کی دعوت کا دنیا میں شور و ہنگامہ کرنے والے جس جارحیت کا ارتکاب کرتے ہیں اس کو سامنے

---

[1] لسان العرب صفحہ ۲۲۹ جلد ۷۔

[2] النحل: ۱۲۵۔

بلکہ قرآن کے اس اصول کو ملاحظہ کریں ؟ قرآن ہی کے چند مقامات اور قابل توجہ ہیں۔

کوئی دوسرا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا[1]

اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے[2]

اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں انصاف کا، بھلائی کا، اہل قرابت کو دینے کا اور منع کرتے ہیں بے حیائی سے، نامعقول کاموں سے اور سرکشی سے[3]

کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر نہ اکسائے کہ تم اس سے انصاف نہ کرو۔ ہمیشہ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے قریب ترین ہے[4]

اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر گواہی دو واللہ تعالیٰ کے لیے اگر نقصان ہو تمہارا یا تمہارے ماں باپ کا یا اہل قرابت کا

تفصیل میں جائے بغیر ہم صرف اپنے محترم قارئین کو توجہ دلائیں گے کہ ذرا تنہائی میں بیٹھ کر ان اصول وضوابط اور قوانین کا جائزہ لیں اور پھر تلاش کریں دنیا میں ان کی مثال، آپ کو اندازہ ہوگا کہ صحن چمن اپنی بہاروں پر ہزار ناز کرے لیکن ان کے آنے کے بعد ساری بہاریں انہی کے دم قدم سے رہ گئیں۔ آج دنیا میں مساوات کا چرچا ہے کمیونسٹ بلاک ہزار ناانصافیوں کے باوجود اس کا دم بھرتا ہے تو یورپ اپنے آپ کو اس کا اجارہ دار قرار دیتا ہے اقوام متحدہ کا ادارہ جو مجلس اقوام کا جانشین

---

[1] فاطر ۱۸۔

[2] البقرہ ۲۸۶۔

[3] المائدہ ۸۔

[4] النساء ۱۳۵۔

ادارہ ہونے کے سبب اسی کی طرح چھوٹی اقوام کے لیے کفن چوری اور سینہ زوری
کا مظاہرہ کر رہا ہے، اس کا خوبصورت چارٹر بہر حال ساری دنیا کو اپنی طرف متوجہ
کرتا ہے لیکن مجلس اقوام اور اقوام متحدہ کے اس چارٹر سے قبل یہ پڑھ لیں۔

کہ لوگو، ہم نے تمہیں بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تمہاری
ذاتیں اور قبیلے بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو۔ (باقی) اللہ کے
یہاں اسی کی عزت ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے۔"

اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ساتھ ہی پڑھ لیں:

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں جاہلیت کے غرور اور آباء پر فخر کے دھندے
کو سرے سے ختم کر دیا کیونکہ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور
آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔"

اور ساتھ ہی اس کو دیکھ لیں کہ آج کل مرد و زن کی مساوات کا بڑا چرچا ہے ہنگامے
پر ہنگامہ، شور پر شور۔ لیکن مسئلہ حل نہیں ہوتا، وجہ صاف ظاہر ہے کہ غیر فطری انداز
اختیار کر لیا گیا ہے، ورنہ یہ مسئلہ بھی صدیوں پہلے حل ہو گیا تھا۔

عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے، دستور کے موافق[1]

اور تعلیمات نبوت کے حوالے سے عورت کا ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس
رشتوں میں محدود ہونا سامنے رکھ کر آج کے مدعیان حقوق نسواں کے کھوکھلے پن کا اندازہ
کر لیں۔

دنیا میں آج کل ایک اور مسئلہ کا بڑا چرچا ہے وہ ہے حاکم کے اختیارات کا
مسئلہ۔ حکومت کیسی ہو؟ حکمران کیسا ہو؟ اس کے اختیارات کیسے ہوں؟ اس قسم کے

---

[1] البقرہ: ۲۲۸۔

معاملات پر آئے دن بحثیں اور جھگڑے ہیں، انہی جھگڑوں کے حوالے سے فوجی انقلاب روز کا معمول بن چکے ہیں لیکن: احادیث مبارکہ کی روشنی میں علامہ ماوردی نے احکام سلطانیہ میں اس پر تفصیلی بحث کر کے سارا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ ان کے بقول حفظ دین امن و امان کی بحالی۔ اقامت حدود، تنفیذ احکام، سرحدوں کی حفاظت، جہاد، عوامی مالیات کی نگرانی، خراج کی وصولی، اس کا خرچ، امور حکومت کے انجام دینے والے ملازمین کا نظم و انتظام، حاکم کی ذمہ داریاں ہیں اسی پر ان کے نصب و عزل کا انحصار ہے۔ بین الاقوامی قانون کے حوالہ سے مفکرین عالم میں سب سے پہلے مفکر شمس الائمہ السرخسی ہیں جنہوں نے اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کر کے دنیا کو حقیقت کی راہ دکھائی۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبد السلام خورشید صاحب کا مقالہ بعنوان "ریاست اسلامی اور قانون بین الاقوامی" قابل دید ہے جو ہمدرد فاؤنڈیشن کی سال ۱۴۰۲ھ کے مجموعہ مقالات بعنوان "تصور ریاست اسلامی" میں شامل ہیں۔

مغربی قانون کو مشرقی قوانین اور بالخصوص اسلامی قوانین نے جن دائروں میں متاثر کیا اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(الف) عرب آغاز اسلام سے قبل بحر روم کے ساحلی ممالک میں آباد تھے۔ ان ممالک میں "یونیورسل لا" رائج تھا۔ جس کی بنیاد تجارتی رسوم پر تھی۔ رومیوں نے ان ممالک کو فتح کیا تو انہوں نے اس کا اثر قبول کیا۔ رومی ماہرین قانون نے اس قانون کو "فطری قانون" یا "قانون اقوام" کا نام دیا۔ یہ قانون رومی قانون پر اس درجہ اثر انداز ہوا کہ بالآخر اس کا جزو بن گیا۔ رومی قانون پر قانون اقوام کا اثر معاہدات میں بالکل واضح ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اسلام سے پہلے بھی مشرقی اقوام یعنی عرب وغیرہ کا اثر رومی قانون پر بہت زیادہ تھا اسلام نے اور نکھارا حتیٰ کہ وہ پوری طرح ابر بن کر چھا گیا۔ اس

کے برعکس کوئی مثال دکھائی نہیں جا سکتی۔

اسلامی فتوحات کے بعد مشرق کا مغرب سے رابطہ قائم ہوا تو مغرب نے جہاں مسلمانوں سے اور بہت سے معاملات میں اثر قبول کیا وہاں خصوصیت سے تجارت کے میدان میں متاثر ہوا اسکی برتری کی چند مثالیں واضح ہیں۔ فرانسیسی قانون تجارت کا لفظ "اوال" جو تیسرے فریق کی طرف سے ہنڈی کی توثیق کے لیے بولا جاتا ہے یہ عربی اصطلاح "حوالہ" سے ماخوذ ہے۔ مغربی اصطلاح میں ایک لفظ اواریز ہے یعنی وہ نقصان جو کسی جہاز میں لائے ہوئے سامان کے نقصان پر بولا جائے یا خود جہاز کے نقصان پر اس کا ماخذ عربی لفظ "عوار" ہے۔ اینگلو امریکن قانون میں ٹرسٹ سسٹم واضح طور پر اسلامی نظام الاوقات کی پیداوار ہے اور بھی اس قسم کی مثالیں بے پناہ ہیں۔ ؎۱

اور ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ ہم نے ثابت کیا کہ اسلام سے یورپ متاثر ہوا اسلام کسی سے نہیں اور اگر یورپ قیصری حکومت پر مسلمانوں کے قبضہ کے سبب یہ کہتا ہے کہ سلطنت روما سے یہ لوگ متاثر ہوئے تو پھر ماننا پڑیگا کہ مسلمانوں نے ساسانی سلطنت سے بھی اثر لیا ہوگا کیونکہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جلد ہی دور فاروقی میں یہ سلطنت بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ یورپ اس بات کو قطعاً نہیں مانتا بلکہ اس کی تردید کرتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر ساسانی سلطنت اپنے استحکام کے اور مخصوص روایات کے باوصف مسلمانوں کو متاثر نہیں کر سکی تو سلطنت روما میں کیا کمال تھا؟ باقی سلطنت روما کے قوانین کا اسلام اور مسلمانوں نے اثر لیا یا نہیں؟ اس پر ہم کسی قدر گفتگو کر چکے ہیں مزید تفصیل مولانا شبلی کی سیرت النعمان میں دیکھیں

؎۱ دیکھیں ڈاکٹر صبحی محمصانی صدر عدالت مرافعہ لبنان کا مقالہ تشریع اسلامی سے متعلق جو مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔

یورپین دانشور اسلام اور فقہ اسلامی کی اثر پذیری کے ضمن میں عجیب عجیب دور کی کوڑی لاتے ہیں مثلاً بروکلمان نے تاریخ ادب عربی میں یہ تسلیم کر کے کہ اسلام کے اکثر احکام قرآن واحادیث سے ماخوذ ہیں اور یہ کہ اسلام فن قانون سازی اور تشریع کو باقاعدہ برتتا ہے۔

آگے یہ کہہ کر اپنے کینہ توزی کا ثبوت دیا کہ چونکہ مسلمانوں نے تیزی سے فتوحات کیں، نئے نئے علاقے ان کو ملے، وہاں کی متمدن اقوام سے ان کا پالا پڑا اس لیے قانون روما کے بعض مبادی اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ اسلام نے انہیں متاثر کیا۔ ہمارے اثرات کا یہ عالم ہے کہ یورپ باوجودیکہ مرد وزن کے درمیان مساوات کے خود ساختہ فلسفہ کا قائل ہے لیکن وہ خرچہ کا ذمہ دار اب تک مرد کو گردانتا ہے، کیا یہ سورۂ النساء کی مشہور آیت الرّجال قوامون علی النسآء کا چربہ نہیں جس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے یہ کیا کہ مرد عورت کا تدبیر کنندہ ہے" اور حاکم کا ترجمہ جو ہمارے اہل تراجم نے کیا ان کے مقابلہ میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ نہایت صحیح اور قرآنی روح کے مطابق ہے پھر برٹش کونسل طے کر چکی ہے کہ بچہ کا خرچ مرد کے ذمہ ہے عورت کے ذمہ نہیں اس فیصلہ کو پڑھ کر البقرہ کی آیت پڑھیں جس میں واضح طور پر بچہ ہی نہیں اس کی والدہ یا دایہ کے دودھ پلانے کا خرچ مرد کے ذمہ ڈالا گیا اور مرد دنیا سے جا چکا ہے تو اس کے وارث اس کے پابند قرار دیے گئے ہیں۔

یورپ کو چھانیں کہیں عورتوں کی فوج آپ کو نظر نہ آئے گی جس کا معنی بالکل واضح ہے کہ ذمہ داری کے احکام قرآن وسنت کی روشنی میں مرد ہی کو کرنا ہوتے ہیں عورت اس کی نائب و خلیفہ اور گھر کی مالکہ و منتظمہ ہے۔

اسلامی قانون کی یہی عظمت ہے جس کے سبب مخالفین بھی کبھی کبھار سچی بات کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مثلاً اسلامی شریعت و قانون کے حوالہ سے مسلمانوں کے

چار فقہی مکاتب فکر ہیں جن پر بسا اوقات مسلمانوں کا مرعوب اور احساس کمتری کا شکار طبقہ ناک بھوں چڑھاتا ہے لیکن تھامس پیٹرک ہوگس کو دیکھیں کیا کہتا ہے:

اہل سنت کے چاروں مذہب کے باہم اختلافات اصولوں یا دین کے بنیادی معاملات کے متعلق نہیں ہیں بلکہ یا تو وہ عملی زندگی کے جزوی مسائل سے متعلق ہیں یا قانونی نکات کی تعبیرات سے، یہ اختلاف محض تعصب پر مبنی نہیں بلکہ ان کی بنیاد مختلف احادیث و روایات پر ہے یا پھر ایک ہی روایت کی مختلف تعبیرات پر یا بدرجۂ آخر اصول قیاس کے مختلف استعمال پر۔ اس اختلاف کی وجہ سے اسلام کے قانونی لٹریچر میں بڑا قیمتی اضافہ ہوا ہے اور ان کا حصہ قانون کو ایک بلند پایہ فن بنانے میں نہایت ہی نمایاں رہا ہے"۔[1]

اور وان کریمر کہتے ہیں:

اہل روما کو چھوڑ کر دنیا کی کسی قوم کے پاس اتنا عظیم الشان اور اس قدر احتیاط سے مرتب کردہ قانونی نظام نہیں ہے جتنا کہ عربوں یعنی مسلمانوں کا ہے"۔

لیکن ہم کہیں گے کہ اسلام کے قانون کی برتری کا یہ عالم ہے کہ اس میں وقت و زمانہ کی رعایت و مصلحت سے جو ارتقاء کی کیفیت ہے اس سے قطع نظر اصولی طور پر وہ ابتداء سے اب تک یکساں چلا آرہا ہے برخلاف قانون روما کے کہ اول تو اس کی اصل ہیئت کنذائی کا پتہ چلانا مشکل ہوگا ورنہ اس میں اس قدر تغیرات و ترمیمات ہوں گی کہ کثرتِ تعبیر سے خواب پریشان نظر آئے گا۔

---

[1] ڈکشنری آف اسلام

اسلامی قانون ہی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ولفریڈ کینٹول اسمتھ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کی شاندار کامیابی ان کے دین و ایمان کا پرتو تھی - وہ صرف لڑائی کے میدانوں ہی میں فتح مند نہ ہوئے بلکہ انھوں نے زندگی کو اس کی متنوع صورتوں میں مسخر کیا اور ان کا اصل کارنامہ ہی یہ تھا کہ انھوں نے تمام حقائق حیات کو اس ایک وحدت میں جوڑ دیا جس کا نام تمدن ہے - اس اتحاد و انضمام کے اصل کارفرما قدرت اسلام تھا یہ اسلام ہی تھا جس کی وجہ سے متعدد اور متنوع عوامل ایک جامع نظام میں جڑ گئے اور جس نے ان کو قدرت حیات بخشی - ہر شے کو اسلامی ہیئت میں متشکل کیا گیا اور اسلامی طرز اجتماعی کے اختیار سے سوسائٹی میں یک رنگی و ہم آہنگی پیدا کر دی - پھر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس سارے عمل میں قوت متحدہ کی حیثیت اسلامی قانون کو حاصل رہی ہے اس قانون نے نماز سے لے کر مالکانہ حقوق تک زندگی کے ہر شعبہ اور ہر جز کی صورت گری کی، اس قانون نے اسلامی سوسائٹی میں قرطبہ سے لے کر ملتان تک یکسانی یک رنگی پیدا کی اس نے فرد کی زندگی کو وحدت مرکزیت اور تنظیم کے زیور سے آراستہ کیا کیونکہ اس کی وجہ سے ہر عمل ایک مربوط الٰہی نظام کا جزو بن گیا اور کوئی افراتفری اور انتشار باقی نہ رہا اور اس نے زمانے کو مسخر کر کے تاریخی تسلسل کو قائم کر دیا اب حکمرانوں اور خاندانوں کی تبدیلی سے مسلم معاشرہ اس لیے متاثر نہیں ہوتا کہ اسلامی قانون کی وجہ سے ہر دور زمانۂ ماقبل سے مربوط ہے اور افراد خواہ کوئی بھی ہوں ہر حکمران کا مقصد اور اس کی اصل ذمہ داری اسی ایک قانون کو نافذ اور اسی ایک سماج کو برپا کرنا ہے جو خدا نے انسان

کے لیے مقرر کیا ہے۔[1]

جنیوا جیسے مرکزی اور اہم بین الاقوامی شہر کے لا کالج کے صدر پروفیسر پیپرل اسلامی قانون پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

پوری نسل انسانی کو اسلام کے پیغمبر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر فخر کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے عالم انسانیت کے لیے وہ قانون چھوڑا جس کے اعلیٰ معیار پر انسانیت اگر آئندہ دو ہزار سال میں بھی آجائے تو یہ بڑی باعث مسرت کامیابی ہوگی:

اور جج چارلس ای۔ ویزانسکی کہتے ہیں:

"ہم ایک ایسی دنیا میں بستے ہیں جہاں انقلابات اس تیزی سے آرہے ہیں کہ ہم کچھ دائمی اور ناقابل تغیر اصولوں کی تمنا کرنے پر مجبور ہیں تاکہ ہم ان پر اپنا ایمان استوار کرسکیں اور کسی اور جگہ اس بات کی اتنی ضرورت نہیں جتنی قانون میں ہے تاکہ ہم حقائق کی دنیا کو اقدار کے ماتحت کرسکیں جو حضرات امریکی برطانوی قانونی روایت سے واقف ہیں وہ اضافیت، مادیت اور تغیر پذیر اقدار سے بھی مطمئن نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ تو بچشم خود دیکھ چکے ہیں کہ ان کا لازمی نتیجہ وہی ہوگا جو ہٹلر کے دور میں قانون کا ہوا اور جو آج روس میں ہو رہا ہے۔"

گویا ناقابل تغیر ابدی اصولوں اور قوانین کی ضرورت کا شدید احساس ہے اور اس احساس کے ختم ہونے کا ایک ہی طریق ہے کہ، وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ[2] پر جلد از جلد عمل کر لیا جائے اور جس کا دور ہے اس کی برتری کو دبے لفظوں نہیں کھلے بندوں تسلیم کر لیا جائے۔

---

[1] اسلام ان دی ماڈرن ہسٹری۔ [2] النساء: ۱۵۹